ریسرچ جرنل تحقیق

جلد04، شمارہ02 ، دسمبر 2023

ترقی پسند تحریک اور اردو ناول: جائزہ

Analysis of Progressive Writers Movement and Urdu Novel

ا۔سید فاضل حسین

پی۔ایچ۔ڈی اردو(ریسرچ اسکالر)،شعبہ اردو الحمد اسلامک یونیورسٹی،اسلام آباد

۲۔ڈاکٹر شیر علی

صدر شعبہ اردو،الحمد اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

I.Syed Fazal Hussain

Doctoral Candidate Urdu, Alamad Islamic University Islamabad

II.Dr. Sher Ali

Head of Urdud Department, Alhamad Islamic University, Islamabad

eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2023 by the authors.
This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT:

Tarakki Pasand Tehreek (Progressive Writers Movement) is the most powerful and impactful movement. Intially it was made by the students. But they were very keen to their's purpose. So, it became successful movement in the history of Urdu Literature. Firstly, it was established in 1936.After that many writers joined it. They wrote poetry and fiction which had it's themes. Progressive Writers Movement impacts on all genres of Urdu Literature. Urdu novel was also effected by this literaty movement. History of Progressive Movement is discussed in this article. Then, impact of this movement on Urdu Novel is also examined.

Key words: Tarakki Pasand Tehreek, Urdu Novel, Urdu literature, Sajjad Zaheer, London Ki Ak Rat, Shikasat, Krishan chander, Aziz Ahmad, Ismat Chughtai

.

Keywords: Classical texts, research, editing, fundamental, Kaliyat-e-Quli Qutb Shah, Diwan-e-Ghalib.

ترقی پسند تحریک اردو ادب کی ایک باقاعدہ تحریک تھی۔ جس کو منظم طریقے سے شروع کیا گیا۔ اس تحریک کا آغاز اگرچہ اپریل ۱۹۳۶ء میں ہوا۔ لیکن اس کے لیے زمین بہت پہلے ہموار ہونا شروع ہو چکی تھی۔ ۱۹۱۷ء میں روس میں اشتراکی انقلاب نے دنیا بھر کے محنت کش طبقے اور مزدور طبقے کو امید دلائی کہ وہ بھی اپنی حالت کو بدل سکتے ہیں۔ مارکسزم ایک خوبصورت خواب بن کر لوگوں کے سامنے آ گیا۔ اس کا اثر اس وقت کے ہندوستان کے باشعور لوگوں پر بھی ہوا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا ملک اس وقت برطانوی حکومت کے زیر اثر ہے۔ وہاں پر عوام سے غیر انسانی رویہ رکھا جاتا ہے تو ان کے دل میں بھی کچھ ایسے جذبات پیدا ہوئے کہ وہ اس حالتِ زار پر ماتم کناں ہونے کے بجائے اس کو بدل سکیں۔ کوئی ایسا انقلاب لا سکیں جس سے ان کی زندگی میں بھی روشن صبح کا ظہور ہو۔

بیسویں صدی کے شروع میں ہندوستان میں کچھ ایسے ہی نوجوان تھے جو سامراجی قوتوں کے خاتمے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے مل کر ایک افسانوں کی کتاب بھی لکھی جس کے اندر ارادوں کی گرمائش اور مزحمت کے عناصر موجود تھے۔ "انگارے "کا افسانوی مجموعہ ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ جس میں ترقی پسندانہ افکار پر مبنی افسانے تھے۔ کہیں کہیں باغیانہ رنگ بھی تھا۔ اس میں سجاد ظہیر، احمد علی، رشید جہاں اور محمود الظفر کی تحریریں شامل تھیں۔ اب انگارے میں جذباتی انداز نمایاں تھا: "انگارے" کے مصنفین چوں کہ دلیل کا کام جذبات سے لینا چاہتے تھے۔ اس لیے مشرق کے ثقہ مزاج نے انھیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔(۱) اب اس کتاب میں غیر روایتی طریقہ اپنا گیا تھا۔ لکھنے والے نوجوان تھے۔ ظاہر ہے ان کے اندر وہ شعور تو ہو نہیں سکتا جو ایک تجربہ کار لکھاری میں ہوتا ہے۔ اس کے حوالے سے خلیل الرحمن اعظمی لکھتے ہیں:

> "ان کہانیوں میں انقلابی اور باغیانہ خیالات ایک طوفان کی طرح سے پھٹ پڑے تھے۔ ان لکھنے والوں میں جوانی کا جوش، اعتدال اور توازن کی کمی اور وہ شوخی و سرکشی تھی جو اس وقت نوجوان طالب علموں میں عام تھی اس لیے مروجہ اخلاق اور مذہبی عقائد پر طنز استہزا کا رنگ ان کہانیوں میں بہت شوخ ہو گیا تھا۔ اس کتاب کی اشاعت نے پرانے خیال کے لوگوں میں بڑی برہمی پیدا کی اور اس کے خلاف اس قدر احتجاج کیا گیا کہ حکومت نے اس مجموعے کو ضبط کر لیا۔"(۲)

اب ہندوستانی سماج اس طرح کی غیر روایتی باتوں کا روادار نہ تھا لیکن نوجوانوں نے رسم و رواج کی پرواہ کیے بغیر جب مروجہ عقائد کو طنز کا نشانہ بنایا تھا کیسے ان کو نظر انداز کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے مارچ ۱۹۳۳ء کو "انگارے" کو حکومت نے ضبط کر لیا۔

اس کے علاوہ اختر حسین رائے پوری کا مقالہ "ادب اور زندگی" نے بھی ہندوستانی میں ترقی پسند تحریک کے افکار کے اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ اس میں کچھ ایسے خیالات کا اظہار کیا گیا تھا جو کہ ترقی پسندی کی تعلیمات سے ہم آہنگ تھے۔ یہ مقالہ ۱۹۳۵ء کو رسالہ "اردو" میں شائع ہوا۔ اس مقالے میں مطالبہ کیا گیا کہ:

"اول: صحیح ادب کا معیار یہ ہے کہ وہ انسانیت کے مقصد کی ترجمانی اس طریقے سے کرے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے اثر قبول کر سکیں۔اس کے لیے دل میں خدمتِ خلق کا جذبہ پہلے ہونا چاہیے۔دوم: ہر ایمان دار اور صادق ادیب کا مشرب یہ ہے کہ قوم وملت اور رسم و آئین کی پابندیوں کو ہٹا کر زندگی، یگانگی اور انسانیت کی وحدت کا پیغام سنائے۔(۳)

اس طرح مذکورہ بالا مقالے میں بھی جن خیالات کا اظہار کیا گیا۔ ان میں بھی بغاوت اور مزحمت کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ادب برائے ادب کے نظریے کی اس میں مخالفت کی گئی۔ اسی ادب کو درست مانا گیا جو زندگی کا ترجمان ہو۔ کوئی نہ کوئی مقصد ہو۔ بلکہ اس کا مقصد مظلوم کی حمایت ہو تو وہ ادب اعلی ادب ہو گا۔ مزید بر آں بنے بنائے راستوں کو اور پابندیوں کو ختم کرنے کا بھی اس مقالے میں کہا گیا۔ گویا یہ مقالہ بھی ترقی پسندانہ افکار لیے ہوئے نظر آتا ہے۔

ہندوستان میں اس طرح ترقی پسند تحریک کے لیے زمین ہموار ہو رہی تھی تو ان حالات میں لندن میں پڑھ رہے نوجوان سجاد ظہیر،ڈاکٹر تاثیر اور ملک راج آنند پیرس کانفرس سے متاثر ہوئے۔انہوں نے لندن کے نانکنگ ریستوران میں اس تنظیم کی بنیاد ۱۹۳۵ء میں رکھی۔ انہوں نے ایک مینی فیسٹو مرتب کیا۔ اس کو ہندوستان بھیجا گیا۔ نمائندہ ادیبوں کے دستخط اس پر لیے گئے۔ اس طرح ہندوستان میں ترقی پسند تحریک کے آغاز کے لیے دروازے کھل گئے۔ ہندوستان میں اس تحریک کے لیے بھرپور ردعمل دکھایا گیا:

"انجمن ترقی پسند مصنفین کے مینی فسٹو کی اشاعت اور مختلف صوبوں اور خاص خاص شہروں میں اس کی شاخیں قائم ہو جانے کے بعد دانش ور طبقہ اور عام پڑھے لکھے لوگوں میں ترقی پسند ادب کی تحریک سے دلچسپی بڑھنے لگی۔"(۴)

ترقی پسند تحریک کا مینی فیسٹو جب ہندوستان پہنچا تو اس پر پورے ملک میں ادب لکھنے والے جو چوٹی کے لوگ تھے ان سے اس پر دستخط لیے گئے۔ اس طرح ادیب اس کے حلقے میں شامل ہونے لگے۔ صوبائی انجمنیں قائم ہونے لگیں۔ لوگ ترقی پسند ادب پر گفتگو کرنے لگے۔ جس کے لیے اجلاس بھی ہوتے تھے۔ اس طرح ترقی پسند تحریک کو باقاعدہ سے ہندوستان میں لانے کے لیے زمین ہموار ہو چکی۔ اب ملک گیر اجلاس کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اس سلسلے میں سارے انتظامات کر لیے گئے۔ صدارت کے لیے پریم چند کو راضی کیا گیا۔ ترقی پسند تحریک کی پہلی کانفرنس اپریل ۱۹۳۶ء کو لکھنوء میں ہوئے۔ جس میں کئی زبانوں کے ادیبوں نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس بہت حد تک کامیاب رہی۔ اس کا خطبہ صدارت پریم چند نے دیا۔ پریم چند اس وقت چوٹی کے افسانہ نگار اور ناول نگار تھے۔ لہذا ایک توانا آواز کا اس تحریک میں شامل ہونا گویا باقی تمام کے لیے بھی کشش کا باعث بنا۔ اس طرح ترقی پسند نظریات کے تحت اب ادب تخلیق ہونے لگا۔

ترقی پسند تحریک کی دوسری کل ہند کانفرنس کلکتہ میں ۱۹۳۸ء میں شامل ہوئی۔ اس کانفرنس میں اس وقت کے مشہور ادیب رابندر ناتھ ٹیگور نے شرکت کرنی تھی۔ لیکن وہ عین موقعہ پر بیمار ہو گئے لیکن ان کا خطبہ پڑھ کر سنایا گیا۔ اس طرح یہ تحریک خوب سرگرم ہو گی۔ فیض، ساحر اور علی سردار جعفری جیسا شاعر اس تحریک کو میسر آ گیا۔ تحریک خوب برگ و بار لانے لگی۔ اس تحریک کا اپنا ادبی پرچہ بھی جاری کیا گیا۔ "نیا ادب" ۱۹۳۹ء میں جاری کیا گیا۔ اس میں تحریک کے مجوزہ افکار پر پورا اترنے والا ادب شائع ہوتا تھا۔ ۱۹۴۵ء میں حیدر آباد دکن میں اس تحریک کی کانفرنس ہوئی۔

اب تقسیم کا دور آ چکا تھا۔ جس میں ہر طرف افرا تفری کا عالم تھا۔ خون ناحق بہایا جا رہا تھا۔ ایسے میں جغرافیائی تقسیم نے اس تحریک کو بھی تقسیم کر دیا۔ ۱۹۴۹ء میں ہندوستان میں سوشلسٹ پارٹی کو غیر قانونی قرار دے کر اس پر بھی پابندی لگا دی گئی۔ دوسری طرف پاکستان میں ۱۹۴۹ء میں پہلی دفعہ کل پاکستان کانفرنس کا انعقاد لاہور میں ہوا۔ اب لاہور ایک مرکز کے طور پر ابھرا۔ لیکن اس کا دائرہ روز بہ روز تنگ ہوتا گیا۔ لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد ۱۹۵۴ء میں پاکستان میں بھی اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اس کے سرکردہ رہنماؤں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ اس کے بعد بھی ترقی پسند تحریک کام کرتی رہی۔ لیکن اس کے اندر وہ پہلے جیسا دم خم نہ رہا۔ اس کے تحت شاعری، افسانہ، ناول اور دوسری اصناف میں ادب تخلیق ہوا۔ زیر نظر موضوع چوں کہ ناول سے متعلقہ ہے تو ذیل میں ترقی پسند اردو ناول کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ترقی پسند تحریک کے تحت اردو ناول پر بات کرتے ہوئے سب سے پہلے جس ناول نگار کو زیر بحث لایا جاتا ہے وہ سجاد ظہیر ہے۔ سجاد ظہیر (پ ۱۸۹۹ء ۔م ۱۹۷۳) ترقی پسند تحریک کے روحِ رواں تھے۔ ہندوستان میں ترقی پسندانہ افکار کو لانے اور پھیلانے میں ان کا کردار اہمیت کا حامل ہے۔ اگرچہ ان کو زیادہ بڑے ناول نگار کے طور پر نہیں جانا جاتا لیکن ان کے ناول "لندن کی ایک رات" کو ترقی پسند تحریک کا تذکرہ کرتے ہوئے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اب اس کی اہمیت یہ ہے کہ:

> "یہ اردو میں جدید ناول نگاری کے لیے نقطہ آغاز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ اس ناول کی تخلیق ترقی پسند تحریک کے باقاعدہ طور پر شروع ہونے سے قبل یعنی ۱۹۳۶ء میں ہو چکی تھی لیکن اس کی اشاعت ۱۹۳۸ء میں ہوئی۔ گویا یہ ان کی ادبی کاوش کا ابتدائی نمونہ ہے۔(۵)

اس ناول میں جن افکار کا تذکرہ ہے یا جس طرح لندن میں مقیم ہندوستانی طلبہ کے شب و روز کا نقشہ ہے تو یہ موضوع اس کو منفرد بناتا ہے۔ یہ بات درست ہے کہ یہ ناول لکھنے کے دو سال بعد چھپا۔ اس کا اقرار ناول کے دیباچے میں خود مصنف کرتا ہے: "آج اسے دو سال سے زیادہ ہو گئے۔ اب میں اس مسودہ کو پڑھتا ہوں تو اسے چھاپتے ہوئے رکاوٹ ہوتی ہے۔" (۶) ظاہر ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان کے نظریات بھی بدلتے رہتے ہیں۔ چیزوں کو سمجھنے کی بہتر صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سجاد ظہیر کو بھی اب اپنا ناول شائع کرتے ہوئے ہچکچاہٹ محسوس ہو رہی ہے۔

اب اگر دیکھا جائے "لندن کی ایک رات" صرف ایک رات کی کہانی ہے۔ لیکن یہ ایک رات کی کہانی اس عہد کی کہانی بن گئی ہے۔ جس میں ہندوستانی طلبہ جو باہر جا کر پڑھتے ہیں ان کے شب و روز کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ جس میں اس عہد کے افکار اور سیاست بھی موجود ہے۔ اس طرح یہ ناول اپنے عہد کی بھرپوری عکاسی کرتا ہے۔

کرشن چندر (پ ۱۹۱۴ء۔ م ۱۹۷۷ء) بھی ترقی پسند تحریک سے وابستہ تھے۔ کرشن چندر شروع ہی سے ترقی پسند تحریک کے ساتھ منسلک ہو چکے تھے۔ اس سے قبل بھی مذکور ہوا کہ ترقی پسند مصنفین کی دوسری کل ہند کانفرنس کلکتہ کے شہر میں ۱۹۳۸ء میں ہوئی۔ اس کانفرنس میں کرشن چندر بھی شریک ہوئے۔ ان کی ملاقات جب ترقی پسند تحریک کے سرخیل سجاد ظہیر سے ہوئی تو کرشن چندر کو بھی پنجاب شاخ کا سیکرٹری بنا دیا گیا۔ اس لیے وہ ابتداء ہی سے اس تحریک سے وابستہ ہو گئے۔ انہوں نے پچاس کے لگ بھگ ناول اور ناولٹ لکھے۔ سب کے نام یہاں درج نہیں کیے جا سکتے البتہ کچھ نام یہ ہیں۔ "شکست"، "جب کھیت جاگے"، "طوفان کی کلیاں"، "دل کی وادیاں سو گئیں"، "ایک گدھے کی سرگزشت"، "ایک عورت ہزار دیوانے"، "غدار"، "برف کے پھول"، "میری یادوں کے چنار"، "گدھے کی واپسی"، "مٹی کے صنم"، "ایک وائلن سمندر کنارے"، "دوسری برف باری سے پہلے" اور "آدھا راستہ" ان کے اہم ناول ہیں۔ اگرچہ تعداد میں یہ ناول بہت زیادہ ہیں لیکن ان کا مسئلہ بھی وہ ہے جو ترقی پسند ادب کا ہے۔ یعنی پہلے مقصد اور بعد میں ادب ہو:

> "مگر ترقی پسند تحریک نے مقصدیت کے شعور کو ایک تحریکی شکل میں پروان چڑھایا۔ اسی تحریکی اندازِ نظر کا نتیجہ ہے کہ اس عہد کے ادب میں پروپیگنڈہ میلان حاوی ہے۔ کرشن چندر کے ناول بھی اس نقص سے پاک نہیں۔ مقصدیت پسندی کے جوش اور جذبہ انقلاب کی شدت سے ایسا بھی ہوا کہ فنکاروں نے ناول کے فنی مطالبات کو نظر انداز کر دیا۔۔۔"(۷)

کرشن چندر کا ناول "شکست" ان کے ترقی پسندانہ نظریات کے حوالے سے ایک اہم ناول ہے۔ یہ ناول ۱۹۴۳ء میں لکھا گیا۔ یہ کرشن چندر کا پہلا ناول ہے۔ اس ناول کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں انہوں نے اپنے ترقی پسندانہ افکار کا اظہار کیا ہے۔ جس سے عیاں ہوتا ہے کہ ان کو ترقی پسند نظریات سے خاص سطح کا لگاؤ تھا۔ اس ناول کا ایک کردار شیام ہے۔ جو برصغیر کے باشندوں کے مسائل پر خوب سوچتا ہے۔ پھر اس کو ان مسائل کا حل اقتصادی مساوات ہی میں نظر آتا ہے:

> "یہ جغرافیائی تجربے جو ایک کوری جذباتی تسلی پر منتج ہو جاتے تھے اور اس کے بعد پھر وہی بیکاری، بھوک، غلامی، جماعتی تضاد اور یہ مسائل اس وقت تک نہ حل ہو سکتے جب تک کہ انسانوں کی اجتماعی زندگی، اقتصادی مساوات کے اصولوں کو اپنا لے"(۸)

مارکسزم کو انسانوں کے تمام مسائل کا مداوا بتایا گیا کہ اا اس سے ہی انسانوں کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ بھوک اور افلاس کو حل بھی بتایا گیا کہ اقتصادی مساوات کا نظام اپنا لیا جائے۔ ایک اشتراکی حکومت ہو جس میں محنت کش طبقے کو بھی بھرپور نمائندگی دی جائے۔ مزدور اور سرمایہ دار زمیندار اور عام کسانوں کے مابین سماجی فرق کو کم سے

کم کیا جائے۔ دولت کی اس غیر منصفانہ تقسیم سے پیدا ہونے والے مسائل کا حل سوشلزم کا نظام تجویز کیا گیا۔ مذکورہ اقتباس میں ناول کا مرکزی کردار شیام بھی اس عہد کے مسائل کا حل اقتصادی مساوات ہی کو قرار دیتا ہے۔

ترقی پسندانہ افکار کے حوالے سے کرشن چندر کا دوسرا اہم ناول "جب کھیت جاگے" ہے۔ انہوں نے اس ناول میں ترقی پسندانہ افکار کے حوالے سے انتہاؤں کو چھویا۔ اس ناول اس جہت کی عکاسی کی گئی ہے کہ جاگیر دار طبقہ محنت کش طبقے کا خون نچوڑتا ہے۔ جب کہ کسان یا محنت کش طبقہ اس کے خلاف جدوجہد کرتا ہے۔ "غدار" ان کا ترقی پسندانہ افکار کے حوالے سے ایک اہم ناول ہے۔ اس لیے اس ناول کو بھی جب ترقی پسند تحریک پر گفتگو ہو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ ترقی پسند تحریک کی یہ خوش بختی ہے کہ اس کو کرشن چندر جیسا معتبر افسانہ اور ناول نگار ملا۔ جس سے اس تحریک میں مزید جان پڑی یہی وجہ ہے کہ یہ ایک جاندار تحریک بنی۔

عزیز احمد (پ ۱۹۱۴ء۔۱۹۷۸ء) کو بھی ترقی پسند ناول نگاروں کی صف میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ عزیز احمد ترقی پسند تحریک کے ایک اہم مبلغ کے روپ میں سامنے آتے ہیں۔ انہوں نے اردو میں ناول نگاری کی صنف کو اعتبار بخشا۔ افسانہ نگاری میں بھی ایک معتبر لکھاری کے روپ میں سامنے آئے۔ زیر نظر موضوع چوں کہ ناول سے متعلقہ ہے لہٰذا یہاں ان کے ناولوں کا ہی تذکرہ کیا جائے گا۔ "ہوس"، "مرمر اور خون"، "گریز"، "آگ"، "ایسی بلندی ایسی پستی"، "شبنم"، "تیری دلبری کا بھرم" اور "مثلث" ان کے ناولوں کے نام ہیں۔ "ہوس" عزیز احمد کا پہلا ناول تھا۔ اس عہد میں عورتوں کے ساتھ ہندوستان میں پردے کے سلسلے میں روا رکھا جانے والا سلوک اس ناول کا ایک اہم موضوع ہے۔ عورتوں کے ساتھ ہونے والے استحصال کے خلاف اس میں احتجاج بھی نظر آتا ہے۔ ان کا ناول "گریز" خاص طور پر ترقی پسند تحریک کا ترجمان ناول ہے۔ جس میں انہوں نے کارل مارکس کی تعلیمات پر روشنی ڈالی ہے۔ اس ناول کا مرکزی کردار نعیم ہے۔ جو تعلیم کے حصول کے لیے بیرون ملک جا چکا ہے۔ اس عہد میں سوشلزم کے مباحث زور پکڑ چکے تھے۔ نعیم بھی اسی طرح کی گفتگو کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ نعیم کراکسلے سے گفتگو کے دوران اس چڑانے کے لیے کہتا ہے:

> "یہ آپ کی چپ کی جماعتیں، یہ آپ کے سوشل ڈیموکریٹ اور سوشلسٹ اور کمیونسٹ، باتیں کرنے، جلوس نکالنے، بحثیں کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے کہ جب کام کا وقت آتا ہے تو فاشسٹی یا نازی ہی پہلے ہاتھ مارتا ہے۔"(۹)

نعیم پیرس میں بھرپور زندگی جی رہا۔ اس کے شب و روز بہت رنگین دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح مختلف دوستوں کے ساتھ وہ گفتگو میں حصہ لیتا ہے۔ اسی سوشلسٹ پارٹی سے شکایت ہے کہ نظریاتی سطح پر خوب کام ہوتا ہے لیکن عملی قدامات کم کیے جا رہے۔ جب کہ اس کے مقابلے میں اس وقت فاشسٹ حکومتیں زیادہ طاقت ور ہیں۔ وہ ہمیشہ مظلوموں پر ظلم ڈھانے میں تاک رہتی ہیں جب کہ سوشلسٹ عملی میدان میں خاموش ہی نظر آتے ہیں۔ اس ناول کے موضوعات میں سوشلزم کے ساتھ ساتھ جنس بھی ایک اہم موضوع کے طور پر قاری کے سامنے آتا ہے۔ "گریز" بھی موضوع کے اعتبار سے جنسی خیالات، جنسی بے راہ روی اور زندگی کے غیر حقیقی پہلو پر مبنی ہے۔"(۱۰) ناول "آگ" میں اشتراکیت اور زیادہ واضح صورت میں سامنے آتی ہے۔ اس ناول کو ترقی پسند نظریے کا ترجمان کہا جانا چاہیے کیوں کہ یہ ناول اسی نظریے کی روشنی میں ترتیب دیا گیا

ہے۔اس ناول میں عزیز احمد اشتراکی انقلاب کے خواہش مند دکھائی دیتے ہیں۔ سرخ سویرے کو وہ خود خوش آمدید کہنا چاہتے ہیں۔جب کہ مقصد کے حصول لیے سرگرم اشتراکیوں کو وہ خراجِ تحسین بھی پیش کرتے ہیں۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو عزیز احمد ناولوں میں جنسیت، اشتراکیت اور بالعموم ہندوستان کی تہذیب اور بالخصوص حیدر آباد دکن کی تہذیبی فضا غالب نظر آتی ہے۔

عصمت چغتائی(پ۱۹۱۵ء۔م۱۹۹۱ء)اردو میں ایک نمایاں افسانہ نگار اور ناول نگار کے طور پر جانی جاتی ہیں۔روایت سے انحراف کی وجہ سے ان کو اور بھی زیادہ شہرت ملی۔ان کو اردو فکشن کی ایک اہم آواز کہا جاتا ہے۔ سعادت حسن منٹو،راجندر سنگھ بیدی اور کرشن چندر کے ہم راہ وہ اردو افسانے کا چوتھا ستون ہیں۔انہوں نے صرف افسانہ ہی ہیں بلکہ آٹھ کے قریب ناول بھی لکھے ہیں۔جن کے نام یہ ہیں:"ٹیڑھی لکیر"،"ضدی"،"معصومہ"، "دل کی دنیا"،"اک قطرۂ خون"، "بہروپ"،"سودائی"،"جنگلی کبوتر"،"عجیب آدمی" اور "باندی" ہیں۔عصمت کے ان ناولوں کے غالب موضوعات میں جنس نگاری، نفسیات اور ترقی پسندانہ افکار ہیں۔ ترقی پسندی تو ان کہ ہاں ایک باقاعدہ موضوع ہے کیوں کہ:"عصمت پر ترقی پسند تحریک کا گہرا اثر تھا۔ترقی پسند تحریک کے منشور کے مطابق جن دو چار ناول نگاروں نے باقاعدگی کے ساتھ لکھا ان میں عصمت کا بھی ایک مقام ہے۔"(۱۱)جب ترقی پسند تحریک کے تحت ناول نگاروں کا ذکر ہو تا تو عصمت چغتائی کے ذکر کے بغیر بات مکمل نہیں ہوتی۔ عصمت چغتائی کا ایک خاص تعلق رشید جہاں سے بھی رہا۔یہی وجہ ہے وہ بھی ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہو گئیں۔البتہ ناقدین معترض ہیں کہ ان کا سب سے اچھا ناول "ٹیڑھی لکیر" ہے۔ جبکہ باقی ناول کمزور ہیں۔البتہ انہوں نے اپنے ناولوں میں ترقی پسندی کے داخلی عوامل پر بات کی ہے۔جس سے اس تحریک کی اندرونی جہت قاری کے سامنے آتی ہے۔ان کے ناولوں میں بھی ترقی پسندانہ موضوعات کو باقاعدہ سے جگہ دی گئی۔

ساری بحث سے یہ نتیجہ نکل کر سامنے آتا ہے کہ ترقی پسند تحریک اردو ادب کی ایک توانا تحریک ہے۔اس کے توانا ہونے کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس عہد کے نمایاں ادیب اس کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ اس تحریک نے ادب کی ہر صنف کو متاثر کیا۔ بالخصوص ناول پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔رومانوی موضوعات سے پیچھا چھڑا کر ناول نگاروں نے زندگی کے کھردرے حقائق کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا۔ معاشی عدم مساوات کے موضوع کو ناولوں میں واضح دیکھا جاسکتا ہے۔سماج میں دولت کی ناہموار تقسیم بھی ناول نگاروں کا موضوع بنی۔مزدور کو ناول کے ہیرو کے طور پر لایا گیا۔یہ سب ترقی پسند تحریک کے اثرات کی وجہ سے ہوا۔

حوالہ جات

۱۔انور سدید،ڈاکٹر،اردو ادب کی تحریکیں،انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، اشاعت ہفتم،۲۰۱۳ء، ص ۴۳۵ء

۲۔ خلیل الرحمن اعظمی،اردو میں ترقی پسند ادب کی تحریک،ایجو کیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ ،۲۰۰۲ء ص ۲۸

۳۔انور سدید،ڈاکٹر،اردو ادب کی تحریکیں، ص ۴۳۷ء

۴۔امر امیری،ڈاکٹر،ترقی پسند تحریک: تاریخ و تجزیہ، مکتبہ جامعہ لیمیٹڈ،۱۹۹۱ء، ص ۱۶

۵۔انور پاشا،ترقی پسند اردو ناول (۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء)، پیش رو پبلی کیشنز، دہلی، اشاعت اول، ۱۹۹۰ء، ص ۷۵

۶۔سجاد ظہیر،لندن کی ایک رات، آرٹ پریس، لکھنوء،۱۹۳۸ء، ص ۲

۷۔اسلم آزاد،ڈاکٹر،اردو ناول آزادی کے بعد، نکھار پبلی کیشنز، یوپی، ص ۱۱۲۔۱۱۱

۸۔کرشن چندر، شکست، ایشیا پبلشر، دہلی،۱۹۹۸ء۔ ص ۱۱۲

۹۔عزیز احمد، گریز، مرتبہ، ارتضی کریم،ماڈرن پبلیشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۵، ص ۱۱۶

۱۰۔محمد اسلم فاروقی،ڈاکٹر،عزیز احمد کی ناول نگاری کا تنقیدی مطالعہ،روشباس پرنٹرس، دہلی،۲۰۱۵ء، ص ۶۸

۱۱۔عبدالحق حسرت کاسگنجوی،ڈاکٹر،عصمت چغتائی اور حقیقت نگاری کا فن (مضمون)، مشمولہ: عصمت چغتائی: شخصیت اور فن، مرتبہ: ایم۔سلطانہ بخش،ڈاکٹر،ورڈ ویژن پبلشرز، اسلام آباد،۱۹۹۲ء، ص ۵۰۹

References in Roman Script

1.Anwer Sadeed, Dr.,Urdu Adab ki Tareekain, Anjman.Tarqi. e. Urdu Pakistan,Karachi,8th addition,2013,P.435

2.Kahleel Rehman Uzmi, Urdu Main Tarakki Pasand Adab ki Tareekh,Educational publishing Book House,Ali Garh,2002,P.28

3.Anwer Sadeed,Urdu Adab ki Tareekhain,P.437

4.Amer Amiri,Dr.,Tarakki Pasand Tehreek:Tareekh o Tajzia,Maktaba Jamia Limited,1991,P.16

5.Anwer Pasha, Taraaki Pasand Urdu Novel,(1936 to 1947),Pashro publicatons,Dehli,1st edition,1990,P75

6.Sajad Zaheer,London ki Ak Rat,Art Press, lakhnow,1938,P.2

7.Aslam Azad,Urdu Novel Azadi k Bad,Nighar Publication,UP,1981,P.111.112

8.Krishan Chander,Shikast,Asia Publisher,Dehli,1998,P.112

9.Aziz Ahmad,Graiz,Artazi Kareem(Compiled),Modren House Dehli,2015,P116

10.Dr. Aslam Farooqi, Aziz Ahmad ki Novel Nigari ka Tanqeedi Mutala, Roshbas printers,Dehli,2015,P.68

11.Dr. Abdul Haq Hasrat Kasganjvi,Ismat Chugtai or Haqeeqat Nigari ka Fun(Essay),Inc., Ismat Chugtai: Shakhsiat or fun, Com.M, Sultana Bakhsh, Word View Publisher,Islamabad,1992,P509